تقریر

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

قرآن کریم حکَم ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اَفَغَيْرَاللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَالَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (الانعام:115)

کیا مَیں غیرُ اللہ کو حکم بنانا پسند کرلوں حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اُتاری ہے جس میں تمام تفاصیل بیان کر دی گئی ہیں۔

لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ:45)

یعنی میری آیات کو معمولی قیمت پر نہ بیچو اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ ہیں جو کافر ہیں یعنی جو کتابُ اللہ کے مطابق حکم نہ دیں، فیصلہ نہ کریں، حکومت نہ کریں، ان کو کافر کہا گیا ہے۔

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

معزز سامعین! مجھے آج آپ حاضرین سے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے اُس کا عنوان ہے۔ قرآنِ کریم حَکَم ہے یعنی آخری فیصلہ کرنے یا دینے والا ہے۔"حکم" کے لفظ میں "حرفِ حاء" تینوں حرکات ضمّہ، فتح اور کسرہ کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے اور تینوں دفعہ معانی مختلف ہوتے ہیں۔ ضمّہ کے ساتھ حُکم پڑھا جائے تو معانی فرمان یا ہدایت کے ہوں گے اور کسرہ کے ساتھ حِکَم کے معانی حکمتیں، علوم اور دانائیوں کے ہیں جبکہ فتحہ یا زَبر کے ساتھ "حَکَم" جو آج موضوعِ سخُن ہے کے معانی فیروزاللغات کے مطابق یہ ہیں۔ ثالِث، پنچ، مُنصف، جج اور فیصلہ کرنے والا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حَکَم کا لفظ کسی جھگڑے میں فریقین کے درمیان صحیح اور غلط کا دانائی کے ساتھ فیصلہ کرنے والے شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ "الحکَم" اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک ہے جس کا مطلب ہے **حکمران، فیصلہ کرنے والا اور دانا** جس کا فیصلہ اٹل ہے اور وہ دنیا و آخرت میں تمام معاملات کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اسی سے حاکم کے معنی ہیں، فیصلہ کرنے والا۔ لفظِ حکومت بھی اِسی سے نکلا ہے۔ قرآن کریم نے میاں بیوی میں اختلاف کی وجہ سے طلاق یا خلع میں حَکَم مقرر کرنے کا یوں حکم دیا ہے کہ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (النساء:36) یعنی خاوند کے گھر والوں میں سے ایک صاحبِ حکمت فیصلہ کرنے والا اور بیوی کے گھر والوں میں سے ایک صاحبِ حکمت فیصلہ کرنے والا مقرر کرو۔ لفظِ حکمت میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کرنا مراد ہے۔ حکیم اُس شخص کو کہتے ہیں، جو ہر چیز کو صحیح تناسب و توازن کے ساتھ، ہر تقاضے کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نسخہ بنائے۔ قرآن کریم کے بارے میں وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (یٰس:2) کہا ہے یعنی حِکمتوں والے قرآن کی قسم ہے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کو حکیم کہا گیا ہے جیسے فرمایا کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورت آلِ عمران آیت 8 میں متشابہات اور محکمات آیات کا ذکر کیا ہے۔ محکمات آیات کو هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی کتاب کی ماں قرار دیا گیا ہے۔

سامعین! عنوانِ بالا میں دوسرا لفظ **"قرآن"** تشریح طلب ہے جس کے لغوی معنی **"پڑھنا" یا "تلاوت کرنا"** کے ہیں۔ بار بار پڑھنا۔ یہ **قرء** سے مُشتق ہے۔ بعض اِسے قرن سے بیان کرتے ہیں۔ جس کا معنی "جمع کرنا" کے ہیں یا اِس کی آیات آپس میں ملی ہوئی ہیں، اس لیے اِسے قرآن کہتے ہیں۔ یہ الہامی کتاب وہ وحی ہے جو

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اِس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔ یہ تمام سابقہ الہامی کتابوں (تورات، زبور، انجیل) کے مضامین کا نچوڑ اور جامع ہے، جس میں قانون، اخلاق، حمد اور مناجات سب شامل ہیں۔

سامعین کرام: قرآنِ کریم کو حَکم ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن ہی کا سہارا لیتے ہیں۔ سورۃ النساء آیت 106 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"ہم نے یقیناً تیری طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ تُو لوگوں کے درمیان اُس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے سمجھایا ہے"

پھر سورۃ المائدہ آیت 49 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے اُس کی تصدیق کرتی ہوئی جو کتاب میں سے اُس کے سامنے ہے اور اِس پر نگران کے طور پر۔ پس اِن کے درمیان اِس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اُتارا ہے۔"

تیسرے نمبر پر سورۃ الشوریٰ آیت 11 پیش کی جاسکتی ہے جس میں اختلاف کی صورت میں فیصلہ اللہ کی طرف لے جانے کا حکم ہے اِسی طرح اِس تعلق میں سورہ النساء آیت 60 میں واضح حکم یوں ملتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی، رسول کی اور اپنے حُکّام کی اطاعت کرو اور اگر تُم کسی معاملے میں اولوالامر سے اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔ اگر تُم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریق ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

یاد رہے اِن آخری دو آیات میں اللہ سے مراد وہ احکامِ الٰہی ہیں جو قرآنِ کریم میں بیان ہوئے ہیں۔

سامعین! ہر شخص اپنی آخری عمر میں اپنے اہل وعیال اور ورثاء کے لئے کوئی وصیّت زبانی یا تحریری چھوڑ جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی آخری عمر میں دو خطبات میں بہت واضح طور پر قرآنِ حکیم کو بطور حکم اپنے پیچھے چھوڑنے کا عندیہ دیا اور صحابہؓ کو وصیّت فرمائی کہ میرے بعد اگر کسی معاملہ میں اختلاف پاؤ تو قرآن کی طرف جانا جیسے خطبۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ مَیں تُم میں وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں جسے اگر تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ پھر غدیرِ خُم کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ مَیں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور عترت جبکہ ایک حدیث میں عِترت کی جگہ سُنّت بیان ہوا ہے۔ یہ حدیث، حدیثِ ثقلین کہلاتی ہے۔ اِس میں بہت واضح طور پر قرآن کو حَکم فرمایا ہے۔ یہ بھی حدیث میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمہیں میری طرف سے کوئی بات پہنچے تو اُسے سب سے اوّل کتابُ اللہ میں تلاش کرو۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کا بھی یہی مفہوم ہے۔ بس قرآن ہی اصل، رسّی، نور اور شفاعت ہے۔ حدیث اُس کی شرح اور تابع ہے۔ قرآنِ شریف ہی وہ میزانِ حق ہے جس کے مقابل پر کوئی الہام، کوئی کشف، کوئی حُجّت اور کوئی حدیث قابلِ قبول نہیں۔ یہی وہ آخری سند ہے جس پر کسی نبی، محدّث، ولی اور مجدّد کو فوقیت نہیں۔ ہماری جماعت کا بھی یہی مؤقف اور اصول ہے کہ قرآن کو ہی حَکم اور فیصلہ کُن کتاب مانی جائے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے صریح حکم کے خلاف ہو تو وہ حدیث قابلِ قبول نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حَکم قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدّد مقامات پر اِس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ

"قرآنِ شریف **قانونِ آسمانی** اور نجات کا ذریعہ ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 130۔ ایڈیشن 1988ء)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس! اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجُز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے

قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اِس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

سامعین! پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اُس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دُنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دُنیا ختم نہ ہو جب تک محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (الفاتحة:6)۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حدیث قاضی ہے یا قرآن۔ فرماتے ہیں:

"ایک اَور غلطی اکثر مسلمانوں کے درمیان ہے کہ وہ حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے اور حدیث کا مرتبہ ظنّی ہے۔ **حدیث قاضی نہیں بلکہ قرآن اس پر قاضی ہے۔** ہاں حدیث قرآن شریف کی تشریح ہے۔ اس کو اپنے مرتبہ پر رکھنا چاہئے۔ حدیث کو اس حد تک ماننا ضروری ہے کہ قرآن شریف کے مخالف نہ پڑے اور اس کے مطابق ہو لیکن اگر اس کے مخالف پڑے تو وہ حدیث نہیں بلکہ مردود قول ہے۔ لیکن قرآنِ شریف کے سمجھنے کے واسطے حدیث ضروری ہے۔ قرآن شریف میں جو احکام الٰہی نازل ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی رنگ میں کر کے اور کرا کے دکھا دیا اور ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اگر یہ نمونہ نہ ہوتا تو اسلام سمجھ میں نہ آسکتا لیکن اصل قرآن ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 363-364، ایڈیشن 1984ء)

فرمایا:

"میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ میری حیثیت سُنَنِ انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو۔ پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں، ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حَکَم بن کر آیا ہے، جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا، وہی صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا، وہی حدیث صحیح ہوگی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 399)

پھر فرمایا:

"اگر درحقیقت کوئی حدیث قرآن کریم سے معارض و مخالف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے نہ کہ قرآن۔ کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ جواہرات مرصّع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ اور ہر یک نقطہ تصرّف اور دخل انسان سے محفوظ ہے برخلاف حدیثوں کے کہ وہ محفوظ الالفاظ بکلّی نہیں اور ان کے الفاظ کی یادداشت اور محل پر رکھنے میں وہ اہتمام نہیں ہوا جو قرآن کریم میں ہوا۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 612)

اِسی مضمون کو ایک اَور زاویہ سے یوں بیان فرمایا:

”ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کیلئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ **حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔** حدیث جو ایک ظنّی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤید کے رنگ میں ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 62)

آپ فرماتے ہیں:

”ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔“

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 170)

سامعین! سورۃ الانعام آیت 115 جس کی تلاوت مَیں آغاز پر کر آیا ہوں، کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے وہی کچھ حدیث میں۔ ہاں! بعض باتوں کا استنباط ایسا اعلیٰ حدیثوں نے کیا ہے کہ دوسرے گو اس کو سمجھ نہیں سکتے ورنہ حدیث قرآن سے باہر نہیں۔ خدا نے قرآن کا نام رکھا ہے مُفَصَّلاً اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ بعض تفاسیر سوائے انبیاء کے اَور کی سمجھ میں نہیں آتیں پھر اس طرح حدیث میں قرآن سے زائد کچھ نہیں (الحکم جلد 7 نمبر 15 صفحہ 12 مورخہ 24/ اپریل 1907ء)۔ کیا بجُز خدا کے کوئی اور حکم طلب کروں اور وہ وہی ہے جس نے مفصّل کتاب تم پر اُتاری اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی قرآن دیا ہے مراد یہ ہے کہ جن کو ہم نے علمِ قرآن سمجھایا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ منجانب اللہ ہے سوائے پڑھنے والے! تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔

اب ان آیات پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب اس آیت کے جو فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ہے ایسے لوگ ہیں جو ہنوز یقین اور ایمان اور علم سے کم حصّہ رکھتے ہیں بلکہ اوپر کی آیتوں سے یہ بھی کھلتا ہے کہ اِس جگہ یہ حکم فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ کا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ شروع کی آیت میں جس سے یہ آیت تعلق رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی قول ہے یعنی یہ کہ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا سو اِن تمام آیات کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ مَیں بجُز خدائے تعالیٰ کے کوئی اور حَکم جو مجھ میں اور تم میں فیصلہ کرے مقرر نہیں کر سکتا وہ وہی ہے جس نے تم پر مفصّل کتاب نازل کی سو جن کو کتاب کا علم دیا گیا ہے وہ اس کا منجانب اللہ ہونا خوب جانتے ہیں سو تُو (اے بے خبر آدمی) شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 4 صفحہ 163-164)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان کے تعارف میں فرماتے ہیں:

”اس سورت کے آغاز میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرقان یعنی عظیم کسوٹی عطا فرمائی ہے جو سچے اور جھوٹے کے درمیان بہت نمایاں فرق دکھاتی ہے۔ یہ وہی کسوٹی ہے جس کا بار بار سورۃ النّور میں ذکر گزر چکا ہے۔ اب اس سورت میں اس کی مزید مثالیں پیش کی جائیں گی۔

ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے اردگرد موجود لوگوں ہی میں نمایاں فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے بلکہ تمام جہانوں کے سچوں اور جھوٹوں کو پرکھنے کے لئے بھی آپ کو ایک عظیم فرقان، قرآن کی صورت میں عطا ہوئی ہے۔“

(قرآن کریم مع ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع صفحہ 611)

آئیں! اِس اہم مضمون کو ایک اور زاویہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یاد رکھو کہ وہ چیز جو انسان کی قدر و قیمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے وہ اس کا اخلاص اور وفاداری ہے جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مجاہدات کرتے تھے جو چھت سے رسّہ باندھ کر آپ کو ساری رات جاگنے کے لئے لٹکا

رکھتے تھے۔ لیکن کیا وہ ان مجاہدات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ نامرد، بزدل، بیوفا جو خدا تعالیٰ سے اخلاص اور وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا بلکہ دغا دینے والا ہے وہ کس کام کا ہے۔ اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ ساری قیمت اور شرف، وفا سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو شرف اور درجہ ملا وہ کِس بناء پر ملا؟ قرآن شریف نے **فیصلہ** کر دیا ہے۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِيۡ وَفّٰۤى (النجم: 38)۔ ابراہیم وہ جس نے ہمارے ساتھ وفاداری کی۔ آگ میں ڈالے گئے مگر انہوں نے اس کو منظور نہ کیا کہ وہ ان کافروں کو کہہ دیتے کہ تمہارے ٹھاکروں کی پُوجا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے لئے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انہوں نے فی الفور اس کو قبول کر لیا۔ ہر ایک ابتلا کو اُنہوں نے اس طرح پر قبول کر لیا کہ گویا عاشق اللہ تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتلا پیش آئے۔ خویش و اقارب نے مِل کر ہر قسم کی ترغیب دی کہ اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم دینے کو تیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنا لینے کو تیار ہیں۔ اگر بیویوں کی ضرورت ہے تو خوبصورت بیویاں دینے کو موجود ہیں۔ مگر آپ کا جواب یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے شرک کے دُور کرنے کے واسطے مامور کیا ہے۔ جو مصیبت اور تکلیف تم دینی چاہتے ہو دے لو مَیں اس سے رُک نہیں سکتا کیونکہ یہ کام جب خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے پھر دنیا کی کوئی ترغیب اور خوف مجھ کو اس سے ہٹا نہیں سکتا۔ آپ جب طائف کے لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تو اُن خبیثوں نے آپ کے پتھر مارے جس سے آپ دوڑتے دوڑتے گر جاتے تھے۔ لیکن ایسی مصیبتوں اور تکلیفوں نے آپ کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کے لئے کیسی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور کیسی مشکل گھڑیاں اُن پر آتی ہیں مگر باوجود مشکلات کے اُن کی قدر شناسی کا بھی ایک دن مقرر ہوتا ہے۔ اس وقت اُن کا صدق روزِ روشن کی طرح کُھل جاتا ہے اور ایک دنیا ان کی طرف دوڑتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 261-262)

اِس ارشاد میں بیان مضمون کے تناظر میں اگر قرآنِ حکیم کے وقت کی رعایت سے چند ایک اہم چیدہ چیدہ فیصلوں کو لیں تو ایک كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيۡ کے الفاظ میں ملتا ہے جس کو یوں بھی بیان فرمایا لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ کہ جھوٹے کی ہم شہ رگ کاٹ دیتے ہیں اور اُس کا سلسلہ چلا نہیں کرتا۔ انبیاء علیہم السلام کا مخالفین کے مقابل مظفر و کامران ہونا اور مخالفین کا ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہونا اظہر من الشمس ہے نیز جھوٹے مدعیان نبوت جیسے مسلمہ کذاب، اسود العنسی وغیرہ کا انجام بھی قرآنی وعدوں کی سچائی کا ثبوت ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس پر غور بھی کریں۔ جب غور کریں گے، پڑھیں گے، سمجھیں گے تو تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنے والے ہو سکیں گے کہ هُدًى لِّلنَّاس۔ کہ انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان انسانوں کے لئے ہدایت ہے جو اس سے ہدایت لینا چاہتے ہیں اور ہدایت پڑھے اور سمجھے بغیر تو نہیں مل سکتی۔

پس اس کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ہدایت دلائل کے ساتھ ہے۔ تم لوگوں کو صرف یہ حکم نہیں دے دیا کہ تم اس کو پڑھو، اس میں ہدایت ہے بلکہ ہر ہدایت کی دلیل دی گئی ہے۔ اس کو سمجھو، پڑھو اور اپنے اوپر لاگو کرو کیونکہ دلائل کے ساتھ سمجھی ہوئی بات پر عمل دل کی گہرائی سے ہو سکتا ہے، حقیقی رنگ میں ہو سکتا ہے۔ اس ہدایت کی روح کو سمجھتے ہوئے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ بَيِّنٰت کے ساتھ، دلائل کے ساتھ جو ہدایت ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے اور غیروں کو سمجھانے میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے اور یوں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ کا، ایک جہاد کا جو حکم ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس میں فرقان بھی ہے۔ ایسے ٹھوس اور بیّن دلائل ہیں جو حق اور باطل میں فرق کر دیتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والا بھی دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جو بھی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے وہ دوسروں سے بہر حال مختلف نظر آئے گا۔ اس کی عملی اور روحانی اور اعتقادی حالت بھی دوسروں سے نمایاں طور پر اعلیٰ درجے پر پہنچی ہو گی۔ اور قرآن کے مقابل پر جب ہم دوسروں سے بات کرتے ہیں تب بھی جب ہم قرآن کی دلیل سے بات کریں گے تو قرآن کے مقابل پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور دین کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں، ایسے تاریخی شواہد ہیں، دوسرے دینوں کے مقابل پر ایسے دلائل ہیں جو روز روشن کی طرح اپنی برتری ثابت کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کے شروع سے آخر تک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے اور اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہنے کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے اور ہمیشہ محفوظ رہنے کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کے ساتھ جو ایک مجاہدہ ہے اس علم و عرفان کے خزانے کو پڑھنے اور

سیکھنے کی بھی کوشش کرو اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔ اس کے احکامات پر غور کرو اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرو۔ اس کے بھولے ہوئے حصے کو اس مہینے میں بار بار دہرا کر تازہ کرو۔ اس کی تعلیمات کی جگالی کر کے اس مہینے میں اپنا جائزہ لو کہ کس حد تک تم قرآن کریم پر عمل کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کیونکہ یہی باتیں ہیں جو دنیا و عاقبت سنوارنے والی بنتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”یعنی قرآن میں تین صفتیں ہیں اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازع پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔“ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 225 حاشیہ نمبر 11)

پس یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے اور مکمل کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جس میں ہر چیز مکمل طور پر بیان کر دی۔ تمام پرانے دینوں کی غلطیاں نکال دیں۔ تمام پرانی کتابوں کی کمیاں پوری کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور یہ توفیق دے کر آپ کے ذریعہ سے قرآن کریم کی اہمیت و معرفت جاننے کے سامان بھی مہیا فرمائے۔ قرآن کریم کے علوم و معرفت کے خزانے آپ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے... قرآن کریم کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے آپ ہمیں توجہ دلاتے ہیں۔ فرمایا کہ:

”اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایہ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے (اگر صرف حدیثوں پر ہی اعتقاد کرنا ہے) تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔“ فرمایا: ”مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی۔ جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اُس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔“ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 386۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)“

(خطبہ جمعہ 11 / جولائی 2014ء)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم پر عمل کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

✡✡✡✡